رسائل و مسائل

انتخابات میں جماعتِ اسلامی کی پالیسی

[حالیہ انتخابات میں جماعتِ اسلامی کی پالیسی اور اس کی تنفیذ' نیز انتخابی مہم کے بارہ میں کئی خطوط موصول ہوئے۔ ان خطوط میں مختلف باتیں کہی گئی ہیں۔ مثلاً' فرنٹ بنانے کا فیصلہ شوریٰ نے نہیں کیا' یہ فیصلہ صحیح نہ تھا' مہم میں خلافِ شریعت اور پست طور طریقے اختیار کیے گئے' امیرِ جماعت' جماعت کو غلط راہ پر لے جارہے ہیں' حالیہ نتائج کے بعد ان کو اپنے منصب سے استعفیٰ دے دینا چاہیے' نواز شریف سے اتحاد نہ کرکے بینظیر کو برسراقتدار لانے کا گناہ جماعت کے سر ہے' اتحاد نہ کرتے مگر مفاہمت نہ کرکے بے تدبیری اور جماعتی فیصلہ کی خلاف ورزی کی گئی۔ اسی طرح بعض خطوط میں ان لوگوں کے خلاف تادیبی کارروائی کا مطالبہ کیا گیا ہے جو نظم و ضبط کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں' تنہا انتخاب لڑنے کی پالیسی کو سراہا گیا ہے' اور آئندہ کبھی اتحادی سیاست نہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ان سارے خطوط کے جواب میں ایک جامع جواب سب کو بھیج دیا گیا تھا۔ وہی جواب ذیل میں شائع کیا جارہا ہے' تاکہ قارئین کے ذہنوں میں اس قسم کے سوالات ہوں تو شاید کچھ ان کی تشفی کا سامان ہوسکے۔]

میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے حالیہ انتخاب میں جماعتِ اسلامی کی پالیسی' اس کی مہم' اور نتائج کے بارہ میں اپنے جذبات و تاثرات اور تجزیہ و تبصرہ سے آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ اس کے دین اور اس دین کے قیام کے لیے کوشاں جماعت سے محبت کی خاطر ہی آپ نے یہ زحمت اٹھائی ہو گی۔

آپ کا حق بنتا ہے کہ میں آپ کو ذاتی طور پر جواب دوں اور میرا بھی یہی دل چاہتا ہے' لیکن ہر مکتوب نگار کو خط لکھنا میرے بس میں نہیں۔ اس لیے میں یہ عمومی خط لکھ رہا ہوں۔

آپ نے جو باتیں لکھی ہیں' میں ان میں سے اکثر کے بارہ میں ماہنامہ ترجمان القرآن میں لکھتا رہا ہوں۔ ان کو دہرانے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ اس لیے میں آپ سے یہ درخواست

کروں گا کہ اب تک نہ دیکھا ہو تو براہِ مہربانی ان کو دیکھ لیں' اور پڑھ چکے ہوں تو ایک نظر دوبارہ ڈال لیں۔ انتخابات کے نتائج کے بعد کی صورتِ حال پر نومبر' ۹۳ کے شمارہ میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ اسلامک فرنٹ جیسی کسی تنظیم کی ضرورت پر دلائل فروری' ۹۳ کے شمارہ مین دیے گئے تھے۔ فرنٹ کے قیام کے بعد' جولائی ۹۳ میں اس بارہ میں پیش کیے جانے والے بعض اہم سوالات و شبہات کا جواب دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور ستمبر' ۹۳ میں کسی کے پیچھے نہ لگنے اور علیحدہ اپنے پلیٹ فارم سے انتخابات میں حصہ لینے کی پالیسی پر بحث کی گئی تھی۔ اس پالیسی کو اصولاً" (تفصیلات و تنفیذ کے پہلو سے نہیں)' ماضی سے تسلسل کے تناظر میں دیکھنا ہو تو جنوری' ۹۳ کے شمارہ میں سیّد مودودیؒ کے افکار "جماعتِ اسلامی : حکمت عملی اور لائحہ عمل" کے عنوان سے' اور برادر محترم نعیم صدیقی صاحب کی تحریر "اسلامی تحریک کے مراحل دورِ حاضر میں" ضرور دیکھ لیجیے۔

یہ سب چیزیں پڑھنے کے بعد بھی یقیناً بعض امور میں آپ کا اختلاف اسی شدت کے ساتھ قائم رہے گا' بلکہ کہیں شاید یہ زیادہ شدید ہو جائے۔ بعض دلائل سے آپ کو اختلاف ہوگا' کچھ نئے اختلافات و دلائل بھی آپ کے ذہن میں پیدا ہوں گے' اور بعض امور میں آپ کی تشفّی نہ ہوگی اور آپ کا عدم اطمینان برقرار رہے گا' شاید بعض امور میں کچھ اطمینان و اتفاق کا سامان بھی ہو جائے۔ مجھے اس پر کوئی تعجب یا مایوسی نہ ہوگی کیونکہ ایسا ہمیشہ ہوتا رہا ہے' اور ہوتا رہے گا۔ اگر بحث و تمحیص اور استدلال سے ہمیشہ اتفاقِ رائے پیدا ہوا کرتا تو دنیا جنت ہوتی اور یہاں سلاما" سلاما" کا راج ہوتا' جو وہ نہیں ہے اور نہ بن سکتی ہے۔ انسانوں کو اختلاف سے مفر نہیں' اختلافات کے باوجود ساتھ رہنا نہ آتا ہو تو گھر بچ سکتا ہے نہ اجتماعیت۔

اجتماعیت اور اختلافات کے آداب اور حل کے طریقوں کے بارہ میں آپ نومبر' ۹۲ کے شمارہ میں حکمتِ مودودیؒ' محترم نعیم صدیقی صاحب کی تحریر "اسلامی نظمِ جماعت" اور اکتوبر' ۹۲ کے اشارات میں ضروری رہنمائی پا سکتے ہیں۔

مجھے کسی فیصلہ یا رائے سے اختلاف ہوتا ہے' تو عرصہ سے چند اصولوں کی پابندی کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ اگرچہ یہ دعویٰ نہیں کہ ہمیشہ کامیاب ہوتا ہوں' کیونکہ میرے ساتھ بھی شیطان لگایا گیا ہے' اور میں نسیان و خطا سے پاک نہیں ہو سکتا۔ آپ بھی غور کریں کہ جب اختلاف سے مفر نہیں' تو اسی قسم کے اصولوں ہی سے اتحاد کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔

۱- جس رائے یا موقف کے بارہ میں اپنے علم و فہم کے مطابق اطمینان ہو اس کو صحیح

سمجھنا، اس پر قائم رہنا، اور شرعی حدود کے اندر اس کو کہنا اور لکھنا آدمی اپنا حق سمجھے، خواہ وہ کسی بھی اجتماعیت یا شخصیت کی رائے یا فیصلہ کے خلاف ہو۔ مگر ہمیشہ اپنے غلط ہونے، اور دوسری رائے کے صحیح ہونے کے امکان کو تسلیم کرے۔

۲ - جس چیز کے بارہ میں اطمینان ہو کہ غلط ہے، اس کو غلط سمجھنا اور حدود کے اندر غلط کہنا اور لکھنا بھی اپنا حق سمجھے، خواہ وہ کسی اجتماعیت یا شخصیت کا فیصلہ اور رائے ہو۔ مگر اس کے صحیح ہونے، اور اپنے اختلاف کے غلط ہونے کے امکان کو بھی تسلیم کرے۔

ان دو رویوں سے اختلافات میں بڑی رواداری اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

۳ - اختلاف کی صورت میں، الفاظ میں، لب و لہجہ میں، انداز میں، اظہار میں تلخی اور درشتگی سے بچے، اور نرمی اختیار کرے، نیت پر حملہ نہ کرے، بلاتحقیق اور جو ثابت نہ کر سکے وہ الزام نہ لگائے، اور فی الجملہ گفتگو اور باہمی تعلقات میں احکامِ الٰہی اور عدل کی پابندی، اور حسن و احسان کا التزام کرے۔

۴ - جب سمجھے کہ امیر نے بھی غلط فیصلہ کیا ہے، شوریٰ نے بھی، اور میری رائے صحیح ہے، تب بھی یہ تسلیم کرے کہ اجتماعیت میں مستند اداروں کے فیصلے نافذ ہونے چاہئیں کہ اسی سے اجتماعیت قائم رہ سکتی ہے۔ جو فیصلے اس کی دانست میں غلط ہوں، اگر ان کو تبدیل کرانے میں کامیابی نہ ہو، اور وہ بالکل ناقابلِ برداشت ہوں، تو صبر اور خاموشی اختیار کرے، اس کے خلاف عمل نہ کرے، اور ان کی تنفیذ کا منصب حاصل ہو تو وہ چھوڑ دے۔

حالیہ واقعات میں آپ کا اختلاف کتنا ہی شدید ہو، درج بالا اصولوں اور تحریروں کی روشنی میں اپنی روش اور اندازِ اختلاف پر خود ہی غور کر لیں۔ کہیں کوئی کوتاہی پائیں تو استغفار ہر چیز کا علاج ہے۔

آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس سلسلہ میں آپ درج ذیل امور پر غور کریں۔

۱ - پالیسی کے تمام فیصلے --- فرنٹ کا قیام اور اس کے ذریعہ انتخابات میں شرکت ہو یا پاسبان کا قیام --- عاملہ اور شوریٰ نے کیے ہیں، اس سے بحث نہیں کہ وہ صحیح ہیں یا غلط۔ ان اداروں کی روداد لکھی جاتی ہے، اگلے اجلاس میں پڑھی جاتی ہے اور اس کی توثیق کی جاتی ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ادارے تو احتجاج نہ کریں اور توثیق کر دیں، اور آپ چند افراد کے اس پروپیگنڈہ سے ذہنی انتشار کے شکار ہو جائیں کہ شوریٰ اور عاملہ نے یہ فیصلے نہیں کیے؟ ۱۹۴۱ سے آج تک بے شمار اختلافات رہے ہیں، مگر یہی ادارے سارے فیصلے کرتے رہے ہیں۔ پھر آج

ان فیصلوں کو کیوں مشکوک بنایا جا رہا ہے؟ آپ انتشار میں مبتلا ہونے کے بجائے اس پروپیگنڈہ کے مقابلہ میں کھڑے کیوں نہیں ہو جاتے؟ قرآن نے یہی ہدایت دی ہے کہ لوگوں کے کہنے سے متزلزل اور منتشر نہ ہو، قدم نہ ڈگمگائیں، "اپنے" بارہ میں حسن ظن رکھو، "اپنے" اوپر طعن نہ کرو، اور "کہہ دو ہم سے یہ نہ ہو گا کہ ایسی باتیں کریں۔ سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ" ("اپنے" میں ہم اور آپ سب شامل ہیں)۔

۲ - دینی و اخلاقی طور پر یقیناً کئی غلطیوں کا ارتکاب ہوا ہے۔ مجلس شوریٰ نے بھی ان کی نشان دہی کر دی ہے۔ اس پر ہم سب کو استغفار کرنا چاہیے، کرنے والوں کو بھی اور نہ کرنے والوں کو بھی، اپنے لیے بھی اور اپنے بھائی بہنوں کے لیے بھی۔ اور اصلاح کی کوشش بھی۔

۳- آپ نے بعض افراد یا مہم کے بارہ میں باقی جن امور کی نشان دہی کی ہے، ان میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غلط فہمی یا غلط اطلاع پر مبنی۔ آپ غور کریں گے تو جو باتیں آپ نے کہی ہیں ان میں سے بعض آپ ثابت نہیں کر سکتے۔ پھر آپ ایسی باتیں کیوں زبان و قلم پر لائیں؟

۴ - امیر جماعت کے بارہ میں آپ نے جو باتیں لکھی ہیں، اور ان پر جو الزامات لگائے ہیں، اگر وہ سب صحیح ہیں، تو پھر کیا اصل نقص اس نظام جماعت میں نہیں ہے جس نے ایسا آدمی اوپر تک پہنچا دیا، اور اب بھی اوپر ہی رکھنا چاہتا ہے؟

۵ - امیر جماعت سے استعفیٰ کے مطالبہ میں مغربی جمہوری ممالک کی مثالیں دینا صحیح نہیں، اس لیے کہ وہاں کوئی ایسی روایت نہیں۔ ہر انتخاب میں ایک پارٹی جیتتی ہے۔ ہر انتخاب کے بعد ہارنے والی پارٹی کا لیڈر مستعفی نہیں ہو جایا کرتا۔ وہ اس وقت مستعفی ہوتا ہے جب وہ سمجھتا ہے کہ اب میری قیادت میں پارٹی کے جیتنے کا امکان ختم ہو گیا ہے۔ مزید یہ کہ ان جماعتوں کی طرح جماعت کا مقصد وحید صرف انتخابات کے ذریعہ برسراقتدار آنا نہیں۔ پھر آپ یہ بھی غور کریں کہ دستور میں امیر جماعت کو ہٹانے کا ایک طریق کار طے کر دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف مطالبوں سے امیر کو ہٹانا کیا دستور کی خلاف ورزی نہیں ؟

۶ - پیپلزپارٹی کو دوبارہ برسراقتدار لانے کی اصل ذمہ داری انہی پر عائد ہوتی ہے جن کو ہم جان لڑا کر اسی مقصد کے لیے برسراقتدار لائے تھے کہ پیپلزپارٹی سے چھٹکارا مل جائے۔ اس لیے کیا یہ صحیح نہ ہو گا کہ اس کا الزام "اپنے" سر ڈالنے اور "اپنے" اوپر زبان طعن دراز کرنے کے بجائے ان ہی سے جواب طلب کریں۔

۷ - آپ نتائج سے دل شکستہ اور پریشان ہیں' ہم بھی ہیں۔ لیکن یقیناً آپ اتفاق کریں گے کہ فرنٹ نہ ہوتا' پاسبان نہ ہوتا' مہم منکرات اور غیر ثقہ حرکات سے بالکل پاک ہوتی' جماعت تنہا انتخاب لڑتی' جب بھی نتائج کچھ زیادہ مختلف نہ ہوتے۔ پھر کیا اسباب' گہرائی میں جاکر' اپنے ایمان و اخلاق' اپنے ۵۲ سالہ دعوتی کام اور اپنی تدابیر اور حکمتِ عملی میں تلاش کرنا ضروری نہیں ؟

۸ - ایمانی و اخلاقی اسباب کے بعد' ہارنے کا اصل سبب تو یہ ہے کہ ہم ۵۲ سال میں اپنی دعوت سے آبادی کے ایک بڑے حصے کو روشناس تک نہیں کرسکے ہیں' کجا یہ کہ متاثر کرلیتے۔ اور جن کو متاثر کرسکے ان کو اپنے ساتھ لے کر چلنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ جس طرح ہم اپنی دعوت دلوں میں نہیں اتار سکے ہیں' جس طرح ہم ۲۳ سال میں پیپلزپارٹی کے ووٹروں کو یہ سمجھانے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں کہ وہ غدار' ملک دشمن' مخالفِ اسلام اور نسوانی قیادت کے تحت ہے' اسی طرح ہم ۱۰۰ دن میں اپنے دیرینہ حمایتیوں تک کو یہ بات بھی سمجھانے میں کامیاب نہیں ہوسکے کہ' جہاں تک ملک کی بڑی اندرونی و بیرونی پالیسیوں کا تعلق ہے' ملک میں اسلام کے مستقبل کا تعلق ہے' عوام کی قسمت جاگنے کا تعلق ہے' ظلم کے خاتمہ کا تعلق ہے' بینظیر اور نواز شریف میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔

۹ - نواز شریف یا بینظیر سے اتحاد و مفاہمت کریں یا نہ کریں' یا کسی اور سے' یہ تدبیری امور ہیں۔ تدبیری امور میں یہ بات یاد رکھیے کہ جس چیز سے اللہ نے منع نہیں کیا' اس کو اپنے اوپر حرام کرلینا اپنے آپ کو خواہ مخواہ "حرج" میں ڈالنا ہے۔ پھر بند گلی سے نکلنے کا راستہ نہیں ملتا۔ اپنے کو آزاد رکھیے۔ ہر وہ تدبیر اختیار کرنے کے لیے تیار رہیے جس سے اپنے مقصد کی طرف پیش رفت ہو' اِلّا یہ کہ وہ خلافِ اسلام ہو۔

۱۰ - جماعت میں جو افراد نظم و ضبط کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں ان کے خلاف کارروائی اس طرح ناگزیر نہیں جس طرح حدودِ الٰہی کا نفاذ۔ کارروائی کرنا یا نہ کرنا' یہ جماعتی مصالح پر منحصر ہے۔ اور اس وقت **فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْلَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ** پر کاربند رہنے ہی میں تحریک کی بھلائی محسوس ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ پھیلنے کے اندیشہ سے عبداللہ بن ابی جیسے منافق سے بھی درگزر فرمایا' اور شرکتِ بدر کی فضیلت کی وجہ سے حاطبؓ کی خطا بھی معاف فرما دی' بزرگوں کی حد تک وہی روش صحیح ہے جو ہم مشاجراتِ صحابہ کے ضمن میں اختیار کرتے ہیں' یعنی خاموشی' اور ان کو اجتہادی غلطی پر مبنی سمجھنا۔ وہ اپنی دانست میں یہ

سب کچھ اخلاص کے ساتھ اور جماعت کو بچانے کے لیے کر رہے ہیں۔ آپ بزرگوں کے بارے میں یہ دو دعائیں مانگتے رہیں۔

(۱) رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ

(۲) رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

میری ساری گزارشات پر، ما قبل تحریرات پر بھی اور اس خط پر بھی، آپ غور کرلیں۔ امید ہے کہ آپ اطمینان محسوس کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو اور ہمیں سب کو اقامتِ دین کی اس جدوجہد میں ساتھ چلنے اور اپنا حصہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جسے ہم نے اپنے مقصدِ زندگی کی حیثیت سے اپنایا ہے۔ (خ-م)

مرکزی شوریٰ کے حالیہ فیصلے

مرکزی مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۶ - ۱۹ اکتوبر ۱۹۹۳ کے فیصلوں کے بارہ میں پہلے ایک سرکلر جاری ہوا۔ یہ فیصلہ پاسبان، اسلامک فرنٹ اور انتخابی مہم میں خلافِ شریعت حرکات جیسے اہم مسائل کے بارے میں تھے۔ سرکلر جاری ہوتے ہی اراکینِ شوریٰ نے یہ کہا کہ سرکلر میں درج شدہ فیصلے ان فیصلوں کے خلاف ہیں۔ جو مجلسِ شوریٰ نے کیے تھے۔ خصوصاً پاسبان کے بارہ میں کہا گیا کہ اس کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ پھر ایک دوسرا سرکلر جاری ہوا۔ اس میں بھی پاسبان ختم کرنے کا کوئی فیصلہ نہیں، لیکن بعض ارکانِ شوریٰ کی طرف سے مسلسل یہی کہا جارہا ہے کہ مجلسِ شوریٰ کا اتفاقِ رائے اسی بات پر تھا کہ پاسبان کو ختم کردیا جائے۔ یہی فیصلہ کی روح ہے۔ ان باتوں سے بڑا ذہنی انتشار پیدا ہورہا ہے۔ امید ہے آپ صحیح صورتحال واضح فرمائیں گے۔

مرکزی مجلسِ شوریٰ میں فیصلے کرنے کا جو طریقہ رائج ہے وہ یہ ہے کہ اوّل زیرِ بحث مسئلہ پر ارکانِ شوریٰ اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ ان کے بعد امیرِ جماعت، ان کی بحث کی روشنی میں، بحث کو سمیٹ دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ کارروائی میں درج ہوتا ہے۔ ماضی میں بعض متنازعہ صورتیں پیدا ہونے کی وجہ سے، اور اس بار پھر اہم متنازعہ امور کے زیرِ بحث ہونے کی وجہ سے، طے کیا گیا کہ اب فیصلے باقاعدہ لکھے جائیں گے، انہیں شوریٰ کے سامنے پڑھ کر سنایا جائے گا، اور ان کی منظوری کے بعد وہی شوریٰ کے فیصلے قرار پائیں گے۔ چنانچہ اس طریقِ کار کے مطابق ہر اہم فیصلہ لکھا گیا، اور شوریٰ نے اسے باقاعدہ منظور کیا۔

مثال کے طور پر پاسبان کا مسئلہ ہی لیجیے۔ پہلے سرکلر کے الفاظ تحریری فیصلوں سے کچھ مختلف ہوگئے تھے۔ یہ نہ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن فوراً ہی دوسرا سرکلر جاری ہوگیا تھا' جو تحریری فیصلوں پر مشتمل تھا۔ آپ دونوں کا بغور مطالعہ کریں تو آپ خود ہی اس نتیجہ تک پہنچ جائیں گے کہ الفاظ میں فرق کے باوجود دونوں سرکلروں میں درج فیصلوں میں کوئی جوہری فرق نہیں۔ شوریٰ کے باقاعدہ تحریری فیصلے میں بھی پاسبان کو ختم کردینے کا کوئی فیصلہ شامل نہیں۔ دوسرے سرکلر میں جو فیصلہ دیا گیا ہے اسے لکھ کر شوریٰ کے سامنے پیش کیا گیا تھا' اور ساری بحث ختم ہونے کے بعد کیا گیا تھا۔ شوریٰ کے سامنے اس سلسلہ میں ایک مختلف فیصلہ کا متن بھی تھا' جو اس کے لیے قابلِ قبول نہ تھا۔ منظورشدہ فیصلہ دو بار پڑھا گیا' اس کی تشریح بھی کی گئی' اور اس کے بعد شوریٰ نے متفقہ طور پر اسے منظور کیا۔

آپ اس فیصلہ کے الفاظ پر غور کریں تو ایک معمولی سمجھ والا آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ شوریٰ نے پاسبان کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اگر ایسا فیصلہ ہوتا تو اس کے لیے تو ایک جملہ کافی ہوتا۔ اگر پاسبان کو ختم کردیا گیا تھا' تو آخر شوریٰ نے ضلعی نظم کے حوالے کس پاسبان کا نظم کیا' اور مرکزی ناظم شعبہ نوجوانان کے سپرد کس پاسبان کا کام کیا۔ ہاں' یہ بات صحیح ہے کہ کوئی ضلعی نظم اگر پاسبان کا نظم قائم کرنا نہ چاہے' یا ختم کرنا چاہے' تو دستور کے قواعد و ضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے' وہ ایسا کرسکتا ہے۔ تحریری فیصلہ کے بعد بھی اگر کوئی شوریٰ کے اتفاقِ رائے اور اس کی بحث کی روح کی بات کرے' تو پھر آخر کوئی بات کس طرح طے ہوسکتی ہے۔ (خ - م)